"سیرتِ نبوی ﷺ سے تدریسی بصیرتیں: نبوی اسلوبِ تعلیم اور جدید نظامِ تدریس کا تقابلی مطالعہ"

Pedagogical Insights from the Seerah: A Comparative Study of Prophetic Teaching and Modern

Dr Shahid Amin
Associate Professor,
Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University Mansehra
Email: shahidaminn@live.com
Mahboob Elahi
Teaching Assistant,
Islamic and Religious Studies Department,
Hazara University Mansehra
Email: melahi78@yahoo.com
Dr. Fazli Hadi
Assistant Professor Islamiyat, GPGC Swabi
Email: fazlihadi730@gmail.com

Abstract:

The success of any nation is deeply connected to the competence of its teachers .Education flourishes only when teaching is based on sound methods and when teachers understand both the needs of their learners and the purpose of their work. In Islam, the teacher is honored not only as an educator but also as a mentor and spiritual father. The significance of a teacher's role is reflected in the fact that the first teacher in creation is Allah Himself, as mentioned in Surah Al-Baqarah (2:31). The Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ presents a complete and balanced model of teaching that combines knowledge, character, wisdom, and practical guidance. The Prophet ﷺ described his mission by saying, *"I have been sent as a teacher,"* (Ibn Majah, Hadith 229), and his entire life reflects a thoughtful and purposeful approach to educating people.

This study examines the pedagogical insights found in the Seerah and compares them with well-known modern educational approaches. The research highlights several important methods used by the Prophet ﷺ, such as gradual teaching, the use of questions, practical demonstration, emotional care for learners, and teaching through personal example. These methods are compared with contemporary practices like experiential

learning, and structured instruction. The study also sheds light on aspects of Prophetic teaching—such as spirituality, moral training, and the teacher-student relationship—which are often missing in modern systems. The purpose of this research is to show how the Prophetic model can offer guidance for addressing present-day educational challenges. The findings indicate that combining modern teaching techniques with the Prophetic approach can result in a more balanced and effective educational framework for today's world.

Keywords: Seerah, Prophetic Teaching, Pedagogy, Islamic Education, Teaching Methods, Modern Education, Comparative Study, Educational Ethics, Spiritual Training, Learner Development

موضوع کا تعارف

کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی کا انحصار اس کے معلمین کی صلاحیتوں اور کردار پر ہوتا ہے۔ ایک معلم محض معلومات پہنچانے والا نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی شخصیت، کردار اور طرزِ عمل کے ذریعے طلبہ کی ذہنی، اخلاقی اور روحانی تربیت کرتا ہے۔ اسلام نے معلم کو محض استاد نہیں بلکہ مربی اور روحانی والد کا مقام عطا کیا ہے۔ قرآن کریم حضرت آدمؑ کے واقعے کے ذریعے یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ تعلیم و تدریس کا اصل سرچشمہ خالقِ کائنات ہے۔[1] اور نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے خود اپنے منصب کے بارے میں ارشاد فرمایا» :إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا «یعنی "مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے"۔[2]

سیرتِ نبوی کا مطالعہ ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ ایک مثالی معلم کو کن اوصاف سے مزین ہونا چاہیے۔ آقا علیہ الصلوۃ و السلام نے علم میں کمال، فصاحت و بلاغت، حلم و بردباری، شفقت و نرمی، طلبہ کی ذہنی استعداد کا لحاظ، تنوعِ طریقۂ تدریس، سوال و جواب کے اسلوب اور عملی نمونہ جیسی صفات کے ذریعے ایک کامل معلم اور منتظم کی حیثیت اختیار فرمائی۔ انہی اوصاف نے صحابہ کرامؓ کو دنیا کے بہترین شاگرد اور بعد میں بہترین قائدین بنایا۔

موجودہ دور میں بھی جب تعلیم محض مادی مقاصد تک محدود ہو رہی ہے اور معلم کا کردار تدریسی بجائے رسمی نوعیت اختیار کرتا جا رہا ہے، سیرتِ طیبہ ایک معلم کے حقیقی طرزِ حیات اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالتی ہے۔ یہ آرٹیکل اسی تناظر میں اس امر کا تجزیہ پیش کرتا ہے کہ ایک کامیاب معلم کی شخصیت کن اوصاف پر مبنی ہونی چاہیے اور موجودہ تدریسی نظریات کے ساتھ مل کر کس طرح سیرتِ نبوی آج کے معلمین کے لیے کامل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

سیرت طیبہ اور موجودہ تدریسی نظریات کی روشنی میں معلم کا مقام

معلم و استاد ایک معزز و محترم مرتبے کا حامل ہوتا ہے۔ اس شعبہ سے وابستہ افراد منصب کے تقاضوں کو جان کر اور محنت و توجہ سے ان کو حاصل کر لے تو وہ اس فن میں کمال حاصل کر سکتا ہے۔ ایک کامیاب اور بہترین معلم بننے کے لیے کچھ اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا اور وہ خصوصیات سیرت النبیعلیہ الصلوۃ و السلام سے مستفاد ہیں۔ ایک معلم کا مقام و مرتبہ نبی کریمعلیہ الصلوۃ والسلام کے اس ارشاد سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ:

[وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا] [3]

اور بیشک مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

آقاعلیہ الصلوۃ و السلام کی سیرت امت کے لیے مشعلِ راہ ہے جس کی پیروی کر کے کامیابی و کامرانی کی منزل کو پایا جا سکتا ہے۔ کوئی بھی معلم جو دنیاوی و اخروی سرخروئی کا خواہشمند ہے، سیرت طیبہ کی راہ نمائی سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔ رسول کریم علیہ الصلوۃ و السلام کی زندگی ہی اس کے لیے بہترین نمونہ ہے جن کی اتباع کر کے منزل کو پا سکتا ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿ لَقَدْكَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَة ﴾ [4]

"بیشک تمہارے لیے رسول اللہعلیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔"

لہذا آقاعلیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کی روشنی میں تعلیم و تعلّم کا سفر ایک معلم باکمال بنا سکتا ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اقاعلیہ السلام ایک اعلیٰ پائے کے معلم اور بہترین صفات سے متّصف تھے اور آپ کی انہی صفات کا عکس آپ کے شاگردوں میں نظر آتا ہے۔ آقاعلیہ الصلوۃ و السلام کی چند اوصاف و خصوصیات، جو ایک معلم کے حقیقی طرزِ حیات کو اپنانے کے لیے ضروری ہیں، ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

1. فن میں مہارت

اچھے معلم کی سب سے بنیادی خصوصیت اپنے فن میں مہارت ہے۔ جتنا استاد اپنے مضمون اور فن پر عبور، دلچسپی اور استغراق رکھتا ہے، اتنا ہی اس کے طلبہ زیادہ فیض یاب ہوتے ہیں۔ سیرتِ طیبہ اس حقیقت کی سب سے روشن مثال ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ و السلام نے قرآن و سنت کے علوم میں ایسی فنی مہارت دکھائی کہ صحابہ کرامؓ آقا کے سچے پرتو بن گئے۔ فقہ و اجتہاد، سیاسی نظم و نسق، سماجی تعلقات، جہاد کے اصول یا گھریلو مسائل—ہر میدان میں آقاعلیہ الصلوۃ و السلام کی علمی بصیرت کامل اور ہمہ جہت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آقاعلیہ الصلوۃ و السلام کے زیرِ تربیت ایسے شاگرد تیار ہوئے جنہوں نے ہر شعبۂ زندگی میں علم و عمل کے چراغ روشن کیے۔ آقاعلیہ الصلوۃ و

السلام کا ارشاد بھی ہے" :إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ "یعنی "اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ جب تم کوئی کام کرو تو اسے خوش اسلوبی سے کرو"[5]

جدید تعلیمی نفسیات بھی اس وصف کو بنیادی قرار دیتی ہیں۔ Bloom's Taxonomy کے مطابق معلم کو صرف معلومات (Knowledge) ہی نہیں بلکہ فہم (Comprehension) ، اطلاق (Application)، تجزیہ (Analysis) ، ترکیب (Synthesis) اور تنقید (Evaluation) کے مدارج میں بھی مہارت حاصل ہونی چاہیے تاکہ وہ طلبہ کو Higher Order Thinking کی طرف لے جا سکے[6]۔ یوں سیرتِ نبوی اور جدید Pedagogy دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ معلم کے فن میں مہارت ہی حقیقی تعلیم کی بنیاد ہے۔

2. ٹھہر ٹھہر کر تعلیم دینا

ایک کامیاب معلم کی اہم صفت یہ ہے کہ وہ تعلیم کو اس انداز میں پیش کرے کہ تمام طلبہ آسانی سے بات کو سمجھ سکیں۔ سیرتِ طیبہ میں یہ وصف نہایت نمایاں ہے۔ سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام گفتگو میں عجلت سے کام نہیں لیتے تھے بلکہ ٹھہر ٹھہر کر الفاظ ادا کرتے تاکہ سننے والوں کو پوری طرح یاد ہو جائے :
"كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْرُدُ الْكَلَامَ كَسَرْدِكُمْ، وَلَكِنْ كَانَ إِذَا تَكَلَّمَ تَكَلَّمَ بِكَلَامٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهُ مَنْ سَمِعَهُ[7]"

۔ اسی طرح سیدنا انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام ضرورت کے وقت کلام کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔[8] یہ انداز تعلیم طلبہ کی مختلف ذہنی سطحوں کو مد نظر رکھنے کا بہترین نمونہ ہے، کیونکہ کچھ طلبہ جلد سیکھ لیتے ہیں اور کچھ کو بات سمجھنے میں وقت لگتا ہے۔

جدید تعلیمی نظریات بھی اسی اصول کو بنیادی قرار دیتے ہیں۔ Vygotsky کے مطابق تعلیم "Zone of Proximal Development" میں ہونی چاہیے، یعنی استاد طلبہ کی ذہنی سطح کو پہچان کر اسی کے مطابق تدریس کرے۔ اسی طرح Bruner کے "Scaffolding" نظریہ کے مطابق معلم تعلیم کو تدریجی انداز میں پیش کرے تاکہ طلبہ اسے اچھی طرح سمجھ کر اگلے مرحلے کی طرف بڑھ سکیں۔[9] اس طرح سیرتِ نبوی اور جدید پیڈاگوجی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ تعلیم میں وضاحت، ٹھہراؤ اور اعادہ طلبہ کے لیے بہترین فہم کا ذریعہ ہیں۔

3. فصاحت وبلاغت

اچھے معلم کی ایک بنیادی صفت یہ ہے کہ اس کی گفتگو فصاحت وبلاغت سے بھرپور ہو، تاکہ طلبہ آسانی سے مفہوم کو سمجھ سکیں اور کسی ابہام کا شکار نہ ہوں۔ تعلیم میں صحیح الفاظ کا انتخاب، جملوں کی درست ترکیب اور مرتب اندازِ بیان وہ اوصاف ہیں جو طلبہ پر دیرپا اثر ڈالتے ہیں۔ سیرتِ طیبہ اس پہلو میں کامل ترین نمونہ ہے۔ رسول اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کو افصح العرب کہا جاتا تھا اور آپعلیہ الصلوۃ و السلام کو "جوامع الکلم" عطا کیے گئے، یعنیآقاعلیہ الصلوۃ والسلام مختصر الفاظ میں گہرے اور وسیع معانی بیان فرماتے تھے۔[10] یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓآقاعلیہ الصلوۃ والسلام کی گفتگو کو نہایت آسانی سے سمجھ لیتے اور اسے یاد بھی رکھتے۔

جدید تدریسی نظریات بھی اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہیں۔ Communication Theory of Teaching کے مطابق استاد کی زبان و بیان میں وضاحت(Clarity) ،روانی (Fluency) اور بلیغ انداز (Eloquence)ہونا لازمی ہے تاکہ پیغام طلبہ تک مؤثر طور پر پہنچ سکے۔ اسی طرح Aristotle's Rhetorical Theory تعلیم وابلاغ میں) Logos عقلی دلائل(، Ethos(کردار اور اعتماد)اور Pathos (جذباتی اثر) کو لازمی قرار دیتی ہے۔[11] یوں سیرتِ نبویعلیہ الصلوۃ والسلام اور جدید تعلیم دونوں واضح کرتی ہیں کہ فصاحت وبلاغت ایک کامیاب معلم کے لیے بنیادی اوصاف میں شمار ہوتی ہے۔

4. طریقہ تدریس میں تنوع

ایک اعلیٰ پایہ کے معلم کے اندر یہ صلاحیت ہونی چاہیے کہ وہ مختلف طریقہ ہائے تدریس سے نہ صرف واقف ہو بلکہ موقع و محل کی مناسبت سے ان کا استعمال بھی جانتا ہو۔ تعلیم میں یکسانیت اکثر طلبہ کو اکتاہٹ میں مبتلا کرتی ہے، جبکہ تدریس کے متنوع انداز طلبہ کے اندر دلچسپی اور شوق پیدا کرتے ہیں۔ سیرتِ طیبہعلیہ الصلوۃ و السلام میں تدریس کے متنوع انداز کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ کبھیآقاعلیہ الصلوۃ و السلام تکرار کے ذریعے تعلیم دیتے جیساکہآقاعلیہ الصلوۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کو منبر پر بیٹھ کر تشہد اور دیگر دعائیں اس طرح یاد کروائیں جیسے چھوٹے بچوں کو یاد کرایا جاتا ہے۔[12] کبھیآقاعلیہ الصلوۃ والسلام قرآن کی سورتوں کی طرح دعائے استخارہ کو یاد کراتے۔[13] اسی طرح سوال وجواب کے ذریعے تعلیم دینا بھیآقاعلیہ الصلوۃ والسلام کا پسندیدہ انداز تھا، جس کی بہترین مثال حدیثِ جبریل ہے، جس میں سوال وجواب کے تبادلے سے دین کے بنیادی اصول صحابہ کرامؓ کو سکھائے گئے۔[14]

جدید تعلیمی نظریات بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تعلیم میں تنوع لانا لازمی ہے۔ Differentiated Instruction (Carol Ann Tomlinson) کے مطابق ہر طالب علم کی سیکھنے کی صلاحیت مختلف ہوتی ہے، اس لیے معلم کو چاہیے کہ وہ مختلف تدریسی طریقے استعمال کرے تاکہ تمام طلبہ یکساں طور پر فائدہ اٹھا سکیں۔ اسی طرح Multiple Intelligences Theory (Howard Gardner) بتاتی ہے کہ طلبہ مختلف ذہنی صلاحیتوں (Visual, Auditory, Kinaesthetic) وغیرہ کے حامل ہوتے ہیں، اس لیے تدریس میں مختلف انداز اپنانے سے ہر قسم کے طلبہ بہتر طور پر سیکھ سکتے ہیں۔[15]

یوں سیرتِ نبوی اور جدید Pedagogy دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ معلم اگر تدریسی انداز میں تنوع اختیار کرے تو تعلیم زیادہ پائیدار، دلچسپ اور مؤثر بن جاتی ہے۔

5. معاونات کا استعمال

تعلیم و تدریس میں بعض اوقات ایسے مواقع آتے ہیں جب کسی موضوع کو سمجھانے کے لیے تختۂ سیاہ، چارٹ، نقشہ یا کسی بصری معاونت (Visual Aid) کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس طرح کے وسائل نہ صرف طلبہ کے لیے فہم کو آسان بناتے ہیں بلکہ وہ علم کو زیادہ پائیداری کے ساتھ ذہن نشین کرتے ہیں۔ سیرتِ طیبہ علیہ الصلوۃ والسلام میں بھی اس انداز کی واضح مثال موجود ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مرتبہ زمین پر نقشہ کھینچا» :خَطَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا مُرَبَّعًا... هَذَا الْإِنْسَانُ، الْخَطُّ الْأَوْسَطُ، وَهَذِهِ الْخُطُوطُ الَّتِي إِلَى جَنْبِهِ: الْأَعْرَاضُ... وَالْخَطُّ الْمُرَبَّعُ: الْأَجَلُ الْمُحِيطُ بِهِ، وَالْخَطُّ الْخَارِجُ: الْأَمَلُ۔[16] آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک مربع خط، ایک درمیانی لکیر اور اطراف کی چھوٹی لکیریں بنا کر طلبہ کو انسانی زندگی، اجل اور امیدوں کی حقیقت بصری انداز میں سمجھائی۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بصری معاونات کا استعمال معلم کے لیے نہایت مؤثر ذریعہ تعلیم ہے۔

جدید تعلیمی نظریات بھی اس پہلو کو اجاگر کرتے ہیں۔ Dale's Cone of Experience کے مطابق طلبہ جب کسی چیز کو دیکھتے یا بصری انداز میں محسوس کرتے ہیں تو وہ اس کا علم زیادہ دیرپا طور پر ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں۔ اسی طرح Visual Learning Theory واضح کرتی ہے کہ بصری معاونات طلبہ کے تجزیاتی (Analytical) اور تخلیقی (Creative) پہلوؤں کو ابھارتے ہیں۔[17] چنانچہ ایک کامیاب معلم وہی ہے جو اپنی تدریس میں ہر اس طریقے کو اختیار کرے جو طلبہ کے لیے فہم کو آسان، دلچسپ اور دیرپا بنانے میں مددگار ہو۔

6. مثال کے ذریعہ تعلیم

ایک کامیاب معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تدریس کو مؤثر مثالوں سے مزین کرے۔ عمدہ مثالیں طلبہ کی دلچسپی بڑھاتی ہیں، سبق کو دلکش بناتی ہیں اور مفہوم کو آسانی سے ذہن نشین کر دیتی ہیں۔ سیرتِ مطہرہ میں متعدد مواقع ایسے آئے جب نبی اکرم علیہ الصلوۃ و السلام نے مثالوں کے ذریعے تعلیم دی۔ ایک موقع پر آپعلیہ الصلوۃ و السلام نے اچھے اور برے دوست کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا» :مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ، وَالسَّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ، وَنَافِخِ الْكِيرِ... فَحَامِلُ الْمِسْكِ: إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكِيرِ: إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً۔[18] اسی طرح ایک اور موقع پر جب ایک شخص نے نسب کے بارے میں سوال کیا تو آقاعلیہ الصلوۃ والسلام نے اونٹوں کی مثال دے کر اس کی ذہنی الجھن کو دور کیا۔[19] یہ طرزِ تدریس اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ مثالیں نہ صرف علم کو آسان بناتی ہیں بلکہ ذہن میں دیرپا اثر بھی چھوڑتی ہیں۔

جدید تعلیم میں بھی مثالوں کے ذریعے پڑھانے کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ Constructivism Theory (Piaget, Vygotsky) کے مطابق طلبہ نئی معلومات کو پرانی معلومات اور تجربات سے جوڑ کر سیکھتے ہیں، اور مثالیں اس ربط کو آسان بناتی ہیں۔ اسی طرح Experiential Learning Theory (Kolb, 1984) اس بات پر زور دیتی ہے کہ جب سیکھنے والے حقیقی زندگی کی مثالوں سے کسی تصور کو سمجھتے ہیں تو ان کی سیکھنے کی استعداد کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔[20] اس لیے ایک معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوع سے متعلقہ مثالوں کا ذخیرہ ذہن میں رکھے تاکہ تدریس زیادہ دلکش اور نتیجہ خیز ہو سکے۔

7. طلبہ کی ذہنی استعداد کا خیال رکھنا

کامیاب معلم کی ایک نہایت اہم صفت یہ ہے کہ وہ اپنے طلبہ کی ذہنی سطح اور ان کی انفرادی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیم دے۔ سیرت میں یہ وصف واضح طور پر نظر آتا ہے۔ ایک شخص نبی اکرم علیہ الصلوۃ و السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت سے گناہوں میں مبتلا ہوں لیکن سب کو چھوڑنا میرے لیے ممکن نہیں، مجھے صرف ایک گناہ بتا دیجیے جسے میں چھوڑ دوں۔ آقاعلیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا" : جھوٹ بولنا چھوڑ دو"۔[21] اس ایک نصیحت نے اس شخص کی زندگی بدل دی اور رفتہ رفتہ دیگر گناہوں سے بھی وہ بچ گیا۔ یہ واقعہ اس حقیقت کی گواہی ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ و السلام طلبہ اور لوگوں کی ذہنی و اخلاقی حالت کو سامنے رکھ کر

نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے» :فَكَلَّمَهُمُ النَّبِيُّعليه الصلوة و السلام عَلَى قَدْرِ عُقُولِهِمْ[22] یعنی رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام لوگوں سے ان کی عقل واستعداد کے مطابق گفتگو فرماتے تھے۔

جدید تدریسی نظریات بھی اسی اصول کو بنیادی قرار دیتے ہیں۔ Vygotsky کے "Zone of Proximal Development" کے مطابق استاد کو چاہیے کہ وہ طلبہ کی موجودہ سطح (Actual Development) اور ممکنہ سطح (Potential Development) کے فرق کو سمجھے اور اسی کے مطابق رہنمائی کرے۔ اسی طرح Individual Differences Theory اس بات پر زور دیتی ہے کہ ہر طالب علم اپنی ذہنی صلاحیت، رفتار اور فہم کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، لہٰذا تدریس کا انداز بھی انفرادی اختلافات کے مطابق ہونا چاہیے۔[23] یوں سیرتِ نبویعلیہ الصلوۃ والسلام اور جدید تعلیمی نفسیات دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ کامیاب معلم وہی ہے جو طلبہ کی ذہنی استعداد کے مطابق تعلیم دے اور ان کے فہم وادراک کی سطح پر اتر کر بات کرے۔

8. نرمی اور شفقت

رسولِ رحمت علیہ الصلوۃ و السلام کی سیرت ہر معلم کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ایک کامیاب معلم کے لیے لازمی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرے، کیونکہ استاد کے اخلاق و رویے طلبہ کی شخصیت پر عمر بھر کے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ سیرتِ نبوی ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ شاگردوں کے ساتھ محبت وشفقت کے ذریعے ہی ان کی تربیت کی جاسکتی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں» :خَدَمْتُ النَّبِيَّعليه الصلوة و السلام عَشْرَ سِنِينَ، فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ، وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ فَعَلْتُهُ: لِمَ فَعَلْتَهُ؟ وَلَا لِشَيْءٍ لَمْ أَفْعَلْهُ: أَلَا فَعَلْتَهُ یعنی "میں نے دس برس تک رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت کی لیکن آقا نے مجھے کبھی اف تک نہ کہا، نہ یہ کہا کہ یہ کیوں کیا اور نہ یہ کہا کہ یہ کیوں نہیں کیا"۔[24] اسی طرح حضرت مالک بن حویرثؓ بیان کرتے ہیں کہ چند نوجوان رسول اللہعلیہ الصلوۃ و السلام کی خدمت میں بیس راتیں حاضر رہے، پھر آقاعلیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی گھریلو ذمہ داریوں اور شوق کو محسوس کیا اور نرمی کے ساتھ فرمایا" :تم اپنے گھروں کو واپس جاؤ اور اپنے گھر والوں کو تعلیم دو، اور ان کے ساتھ شفقت سے رہو"۔[25] یہ واقعات اس امر پر واضح دلیل ہیں کہ تعلیم وتربیت میں سختی اور جبر نہیں بلکہ نرمی وشفقت کو بنیاد بنانا چاہیے۔

جدید تدریسی نظریات بھی اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ Carl Rogers کی Humanistic Education Theory کے مطابق استاد کا اصل کردار "Facilitator" کا ہے، جو محبت، شفقت اور احترام کے

ذریعے طلبہ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرتا ہے۔ اسی طرح Maslow's Hierarchy of Needs یہ واضح کرتی ہے کہ جب طلبہ کو محبت اور احترام (Belongingness & Esteem Needs) میسر آتے ہیں تو وہ اپنی اعلیٰ صلاحیتوں (Self-actualization) تک پہنچتے ہیں۔[26]

یوں سیرتِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام اور جدید تعلیمی نفسیات دونوں اس حقیقت کی تائید کرتے ہیں کہ کامیاب معلم وہی ہے جو طلبہ کے ساتھ نرمی و شفقت اختیار کرے، ان کی نفسیات کا خیال رکھے اور تعلیم کو ان کے لیے آسان اور پرکشش بنائے۔

9. تعلیم و تربیت میں مار پیٹ اور برا بھلا کہنے سے اجتناب کرنا

سیرتِ طیبہ ایک معلم کے لیے یہ راہ نمائی کرتی ہے کہ تعلیم و تربیت میں سختی، ڈانٹ ڈپٹ اور مار پیٹ سے اجتناب کیا جائے اور اس کی جگہ نرمی، حکمت اور خوش اخلاقی کو اپنایا جائے۔ سیدنا معاویہ بن حکم سلمیؓ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا، ایک شخص کو چھینک آئی تو میں نے "یرحمک اللہ" کہا۔ لوگ مجھے گھورنے لگے اور میں حیران ہوا۔ جب نماز مکمل ہوئی تو نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ مجھے ڈانٹا، نہ مارا اور نہ برا بھلا کہا بلکہ نرمی سے فرمایا» :إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ «یعنی "نماز میں لوگوں کی بات چیت درست نہیں ہے، اس میں تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کی قراءت ہے"۔[27] اس واقعے نے یہ اصول واضح کیا کہ مؤثر تعلیم سختی یا تشدد سے نہیں بلکہ نرمی اور وضاحت سے ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک دیہاتی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تو صحابہ کرامؓ اسے روکنے کے لیے لپکے، لیکن رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا» :دَعُوهُ وَأَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ «یعنی "اسے چھوڑ دو اور اس پر پانی بہادو، بے شک تمہیں آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ تنگی کرنے والے"۔[28] یہ طرزِ عمل معلم کے لیے روشن مثال ہے کہ سختی کی بجائے حکمت اور نرمی کے ذریعے تربیت زیادہ مؤثر بنتی ہے۔ جدید تعلیم و تربیت کی نفسیات بھی اسی اصول پر زور دیتی ہے۔ Positive Discipline Theory کے مطابق معلم کو چاہیے کہ وہ ڈانٹ ڈپٹ یا سزا کے بجائے حوصلہ افزائی اور تعاون پر مبنی رویہ اختیار کرے تاکہ طلبہ تعلیم سے محبت کریں اور ان کی شخصیت میں مثبت تبدیلی آئے۔ اسی طرح Behaviorism (B. F. Skinner) یہ وضاحت کرتا ہے کہ مثبت تقویت (Positive

(Reinforcement کے ذریعے سیکھنے والے زیادہ مؤثر انداز میں سیکھتے ہیں، جبکہ سزا یا ڈانٹ اکثر منفی اثرات مرتب کرتی ہے۔[29]

یوں سیرتِ نبویعلیہ الصلوۃ و السلام اور جدید Pedagogy دونوں اس حقیقت پر متفق ہیں کہ تعلیم و تربیت میں مار پیٹ اور برا بھلا کہنا غیر مؤثر ہے، جبکہ نرمی، محبت اور ترغیب ہی اصل تدریسی حکمت عملی ہے۔

10. سختی کے جواب میں عطا و احسان کا معاملہ کرنا

سیرتِ طیبہ علیہ الصلوۃ و السلام ایک معلم کے لیے یہ رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ اگر طلبہ یا سیکھنے والے کبھی سختی، بدتمیزی یا بے ادبی کا رویہ اختیار کریں تو استاد کو چاہیے کہ غصہ کرنے یا انتقام لینے کی بجائے عفو و درگزر اور احسان کا رویہ اپنائے۔ نبی کریمعلیہ الصلوۃ و السلام کی سیرت میں اس وصف کی کئی روشن مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں» :

كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِعليه الصلوة و السلام وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظُ الْحَاشِيَةِ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبْذَةً شَدِيدَةً... فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِعليه الصلوة و السلام فَضَحِكَ، ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ«

یعنی "میں رسول اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کے ساتھ جا رہا تھا، ایک دیہاتی نے آقا کی چادر کو سختی سے کھینچا جس سے آقا کے کندھے پر نشان پڑ گئے، پھر اس نے کہا: اے محمد! مجھے بھی وہ مال دیجئے جو اللہ نے آقا کو دیا ہے۔ آقاعلیہ الصلوۃ و السلام نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے اور اسے عطا کرنے کا حکم دیا"۔[30] یہ طرزِ عمل ایک معلم کے لیے بہترین مثال ہے کہ سختی کے جواب میں حلم، درگزر اور احسان اختیار کیا جائے تاکہ شاگرد دل سے گرویدہ ہوں اور تعلیم کو خلوص کے ساتھ قبول کریں۔

جدید تعلیم و تربیت کے نظریات بھی اس حقیقت پر زور دیتے ہیں۔ Transformational Leadership Theory کے مطابق بہترین قائد یا معلم وہ ہے جو اپنی شخصیت، کردار اور رویے سے دوسروں پر مثبت اثر ڈالے اور سختی کے مقابلے میں بردباری اور شفقت کے ذریعے ان کی سوچ بدل دے۔ اسی طرح Social Learning Theory (Albert Bandura) یہ وضاحت کرتی ہے کہ طلبہ استاد کے رویے کو بطور نمونہ دیکھتے اور اس کی تقلید کرتے ہیں، اس لیے جب استاد سختی کے بجائے نرمی و احسان دکھاتا ہے تو شاگرد بھی اپنی زندگی میں یہی رویہ اپنانے لگتے ہیں۔[31]

11. طلبہ سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا

معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے طلبہ کے ساتھ خندہ پیشانی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ یہ وصف شاگردوں کی شخصیت اور ان کے تعلیمی رویے پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔ سیرتِ طیبہ میں یہ وصف نہایت نمایاں ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام ہر شخص سے مسکرا کر ملتے تھے اور یہی طرز اپنے صحابہ کو بھی سکھاتے تھے۔ سیدنا ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا» :لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوفِ شَيْئًا، وَلَوْ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ «یعنی "کسی نیک کام کو معمولی نہ سمجھو، اگرچہ اپنے بھائی کو خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو"۔[32] یہ تعلیم واضح کرتی ہے کہ طلبہ سے مسکرا کر اور خوش دلی کے ساتھ ملاقات کرنا بھی تعلیم و تربیت کا حصہ ہے، کیونکہ اس سے استاد اور شاگرد کے درمیان اعتماد اور محبت پیدا ہوتی ہے۔

جدید تعلیم بھی اس حقیقت کی تصدیق کرتی ہے۔ Emotional Intelligence Theory (Daniel Goleman) کے مطابق استاد کے مثبت جذبات اور خوش اخلاقی تعلیمی ماحول کو سازگار بناتے ہیں اور طلبہ میں اعتماد، تعاون اور دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح Positive Psychology (Martin Seligman) یہ واضح کرتی ہے کہ خوش مزاجی اور مثبت رویہ شاگردوں کی Motivation اور Self-Esteem کو بڑھاتا ہے، جو تعلیمی کامیابی میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔[33]

یوں سیرتِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام اور جدید تعلیمی نظریات دونوں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ایک معلم اگر اپنے طلبہ کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے تو نہ صرف ان کے دلوں میں جگہ بناتا ہے بلکہ ان کی علمی و اخلاقی تربیت بھی بہترین انداز میں کر سکتا ہے۔

12. شاگردوں سے ذاتی معاملات میں انتقام نہ لینا

سیرتِ مطہرہ ہمیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ ایک معلم کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اپنے شاگردوں سے ذاتی معاملات میں انتقام لے۔ استاد کا مقام اتنا بلند ہے کہ وہ شاگردوں کی کوتاہیوں کو درگزر اور نرمی کے ساتھ درست کرے، نہ کہ ذاتی بدلے اور انتقام کو اپنا مقصد بنائے۔ سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں» :مَا انْتَقَمَ رَسُولُ اللَّهِ عليه الصلوة و السلام لِنَفْسِهِ فِي شَيْءٍ قَطُّ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللَّهِ فَيَنْتَقِمَ لِلَّهِ «یعنی "رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا، ہاں جب اللہ کی حرمت توڑی جاتی تو آقا اللہ کے لیے بدلہ

لیتے تھے"۔[34] اس سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ اگر کسی شاگرد سے استاد کی حق تلفی یا گستاخی ہو جائے تو استاد کو چاہیے کہ صبر و تحمل اور برداشت سے کام لے اور اصلاح کے جذبے کے ساتھ رہنمائی کرے۔

جدید تعلیمی نظریات بھی اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔ Professional Ethics in Teaching کے مطابق معلم کو غیر جانبدار، بردبار اور انصاف پسند ہونا چاہیے، اور طلبہ کی غلطیوں پر ذاتی عناد کے بجائے تعلیمی و اخلاقی رہنمائی کرنی چاہیے۔ اسی طرح Restorative Justice in Education کا ماڈل یہ سکھاتا ہے کہ سزا اور انتقام کے بجائے تعلقات کی بحالی، مکالمہ اور اصلاح پر زور دیا جائے تاکہ طلبہ اپنی کوتاہیوں کو سمجھ کر بہتر رویہ اپنائیں۔[35]

13. شاگرد کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر و تحمل اور برداشت کا مظاہرہ کرنا

کامیاب معلم کے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے شاگردوں کی طرف سے آنے والی تکالیف پر صبر و تحمل اور بردباری سے کام لے۔ سیرتِ نبوی اس وصف کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں» :قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِعليه الصلوة و السلام قِسْمَةً، فَقَالَ رَجُلٌ: وَاللَّهِ مَا أُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللَّهِ. فَأَتَيْتُ النَّبِيّعليه الصلوة و السلام فَأَخْبَرْتُهُ، فَتَمَعَّرَ وَجْهُهُ، ثُمَّ قَالَ: رَحِمَ اللَّهُ مُوسَى، لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ «یعنی "رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے تقسیم کی، ایک شخص نے کہا کہ یہ تقسیم اللہ کی رضا کے لیے نہیں کی گئی۔ میں نے حضور علیہ الصلوۃ و السلام کو خبر دی، آقا کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آقا علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا: اللہ موسیٰؑ پر رحم کرے، انہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف پہنچائی گئی تھی مگر انہوں نے صبر کیا"۔[36]

اسی طرح غزوۂ حنین کے بعد کچھ اعراب نے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کو گھیر لیا اور آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی چادر بھی درخت میں پھنس گئی، مگر آپ علیہ الصلوۃ و السلام نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا» :أَعْطُونِي رِدَائِي... لَوْ كَانَتْ لِي عَدَدَ هَذِهِ الْعِضَاهِ نَعَمًا لَقَسَمْتُهُ بَيْنَكُمْ، ثُمَّ لَا تَجِدُونِي بَخِيلًا وَلَا كَذُوبًا وَلَا جَبَانًا «یعنی "میری چادر واپس دو، اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے تو میں وہ سب تم میں تقسیم کر دیتا، تب بھی تم مجھے نہ بخیل پاتے، نہ جھوٹا اور نہ بزدل"۔[37] ان واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ ایک معلم کو ہر حال میں حلم و بردباری اختیار کرنی چاہیے تاکہ شاگردوں کی اصلاح ممکن ہو۔

جدید تعلیمی نظریات بھی اسی اصول کو اجاگر کرتے ہیں۔ Reflective Practice (Donald Schön) کے مطابق استاد کو مشکلات یا طلبہ کی ناپسندیدہ حرکات پر فوری ردعمل دینے کی بجائے صبر اور تدبر کے ساتھ حالات کا جائزہ لے کر مثبت حکمتِ عملی اپنانی چاہیے۔ اسی طرح Emotional Intelligence Theory

(Daniel Goleman)واضح کرتی ہے کہ استاد کی صبر و تحمل کی صفت نہ صرف تدریس کو ساز گار ماحول فراہم کرتی ہے بلکہ طلبہ کے اندر بھی مثبت رویوں کو جنم دیتی ہے۔[38]

یوں سیرتِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام اور جدید تعلیمی نظریات دونوں اس حقیقت پر متفق ہیں کہ معلم کو شاگردوں کی طرف سے آنے والی سختیوں اور تکالیف پر حلم، صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے تاکہ تعلیم و تربیت کا عمل بہتر انداز میں آگے بڑھ سکے۔

14. سختی سے بچتے ہوئے تحمل سے طلبہ کے سوالات کے جوابات دینا

سیرتِ طیبہ علیہ الصلوۃ والسلام ایک معلم کے لیے یہ رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ طلبہ کی طرف سے آنے والے سوالات کو تحمل و صبر کے ساتھ سنا جائے اور ان کے جوابات حکمت و نرمی سے دیے جائیں۔ سختی اور درشتی تعلیم کے مقاصد کو نقصان پہنچاتی ہے۔ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا» :عَلِّمُوا وَلَا تُعَنِّفُوا، فَإِنَّ الْمُعَلِّمَ خَيْرٌ مِنَ الْمُعَنِّفِ «یعنی "تعلیم دو مگر سختی نہ کرو، کیونکہ تعلیم دینے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے"۔[39] اسی طرح آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا» :إِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ «یعنی "تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، نہ کہ تنگی میں ڈالنے والے"۔[40] یہ تعلیم واضح کرتی ہے کہ معلم کو چاہیے کہ وہ طلبہ کے دلوں میں علم کی رغبت اور شوق پیدا کرے، نہ کہ سختی سے انہیں علم سے متنفر کرے۔

نبی کریم علیہ الصلوۃ و السلام کا تحمل طلبہ کے سوالات کے جواب دینے میں سب سے روشن مثال اس نوجوان کا واقعہ ہے جو زنا کی اجازت لینے آیا۔ آقا علیہ الصلوۃ و السلام نے ناراضی یا سختی نہیں فرمائی بلکہ شفقت کے ساتھ اس کے جذبات کو اس کی اپنی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے حوالے سے سمجھایا۔ آقا علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا" :کیا تم یہ پسند کرو گے کہ کوئی شخص تمہاری ماں یا بہن کے ساتھ ایسا کرے؟ "اس نے کہا: نہیں۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا" :اسی طرح دوسری عورت بھی کسی کی ماں، بہن یا بیٹی ہے، لہٰذا اس برے ارادے سے باز آ جاؤ۔[41] اس حکیمانہ اور نرم انداز نے نوجوان کے دل سے برائی کا ارادہ ختم کر دیا۔ یہ طرزِ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ استاد کا تحمل اور نرمی طلبہ کی اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔

جدید تدریسی نظریات بھی اس اصول پر زور دیتے ہیں۔ Socratic Method کے مطابق معلم سوال و جواب کے ذریعے نہ صرف طلبہ کے ذہن کو مطمئن کرتا ہے بلکہ ان میں تنقیدی اور منطقی سوچ کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔ اسی طرح Constructivist Pedagogy یہ وضاحت کرتی ہے کہ جب طلبہ کو اپنے سوالات کے جواب مثبت انداز میں ملتے ہیں تو وہ فعال (Active Learners) بن جاتے ہیں اور علم کو بہتر طریقے سے سمجھتے

ہیں۔[42] یوں سیرتِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام اور جدید Pedagogy دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ معلم کو چاہیے کہ وہ طلبہ کے ہر قسم کے سوالات کو تحمل سے سنے، عزت نفس کا خیال کرے اور حکمت سے ایسا جواب دے جو ان کی اصلاح اور علمی و اخلاقی تربیت کا ذریعہ بنے۔

15. علم کی طرف رغبت پیدا کرنا اور مختلف سوالات کرنا

نبی اکرم علیہ الصلوۃ و السلام کی حیاتِ طیبہ ایک معلم کے لیے ہر قدم پر رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ایک کامیاب استاد وہ ہے جو اپنے شاگردوں کے دلوں میں علم کی رغبت اور محبت پیدا کرے، نہ کہ انہیں سختی سے متنفر کرے۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ و السلام نے فرمایا» :يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، وَسَكِّنُوا وَلَا تُنَفِّرُوا «یعنی "آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، رغبت دلاؤ اور متنفر نہ کرو"۔[43] یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ تعلیم کا اصل مقصد طلبہ کے اندر شوق و محبت پیدا کرنا ہے تاکہ وہ علم کو خوش دلی کے ساتھ حاصل کریں۔ اسی لیے رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام درس سے قبل طلبہ کی دلچسپی بڑھانے کے لیے سوالات کیا کرتے، مثلاً: "مفلس کون ہے؟"، "پہلوان کون ہے؟"، "وہ کون سا درخت ہے جو بہت مبارک ہے؟" وغیرہ۔[44] ان سوالات کا مقصد یہ تھا کہ شاگردوں میں تجسس اور علمی ذوق پیدا ہو تاکہ وہ سبق کو انہماک اور شوق کے ساتھ سنیں۔

جدید تدریسی نظریات بھی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ استاد کو چاہیے کہ وہ طلبہ میں Motivation پیدا کرے۔ Maslow's Hierarchy of Needs کے مطابق اگر طلبہ کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور ان کے اندر Belongingness اور Esteem کا جذبہ پیدا کیا جائے تو وہ علم کی اعلیٰ سطح یعنی Self-actualization تک پہنچتے ہیں۔ اسی طرح Constructivist Pedagogy واضح کرتی ہے کہ سبق سے قبل طلبہ کے ذہن کو سوالات اور سرگرمیوں کے ذریعے متحرک کرنا انہیں Active Learners بنا دیتا ہے اور ان کی سیکھنے کی رغبت بڑھا دیتا ہے۔[45]

16. اکراہ و جبر سے پرہیز اور حلم و بردباری اور عفو و درگزر کا اختیار کرنا

ایک کامیاب معلم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تعلیم و تربیت میں جبر اور سختی سے اجتناب کرے اور حلم و بردباری اور عفو و درگزر کو اپنا شعار بنائے۔ کیونکہ جبر کے ساتھ علم اور حکمت جمع نہیں ہو سکتے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے فرمایا: »تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَتَعَلَّمُوا لَهُ السَّكِينَةَ وَالْحِلْمَ، وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تُعَلِّمُونَ، وَلَا تَكُونُوا جَبَّارَةَ الْعُلَمَاءِ فَإِنَّهُ مَنْ جَمَعَ عِلْمًا وَجَبَرِيَّةً قَلَّ مَا يَصْدُرُ مِنْهُ النَّاسُ «یعنی "علم سیکھو اور علم کے ساتھ سکون و بردباری بھی سیکھو، جنہیں سکھاؤ ان کے ساتھ تواضع اختیار کرو، اور جابر علماء میں سے نہ بنو کیونکہ علم اور جہالت اکٹھے نہیں رہ سکتے"۔[46]

نبی اکرم علیہ الصلوۃ و السلام کی سیرت اس پہلو سے نہایت روشن مثال ہے۔ آقا علیہ الصلوۃ و السلام کی بردباری اور عفو و درگزر کا تذکرہ نہ صرف قرآن میں ہے بلکہ اہلِ کتاب کی کتب میں بھی موجود تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ روایت کرتے ہیں کہ تورات میں رسول اللہ علیہ الصلوۃ و السلام کی صفات بیان کی گئیں» :لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَةَ بِالسَّيِّئَةِ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ «یعنی "آپ علیہ الصلوۃ و السلام نہ بد خو ہیں، نہ سخت دل، نہ بازاروں میں شور مچانے والے، اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے، بلکہ معاف کرنے والے اور درگزر کرنے والے ہیں"۔[47] اس سے یہ اصول واضح ہوتا ہے کہ ایک معلم کو طلبہ کی غلطیوں اور کمزوریوں پر سختی نہیں کرنی چاہیے بلکہ حلم و عفو کے ساتھ اصلاح کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

جدید تعلیم و تربیت کے نظریات بھی اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہیں۔ Humanistic Education (Carl Rogers) کے مطابق معلم کو چاہیے کہ وہ شاگردوں کو اعتماد، محبت اور احترام فراہم کرے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بہتر انداز میں اجاگر کر سکیں۔ اسی طرح Restorative Practices in Education اس بات پر زور دیتی ہیں کہ معلم کو طلبہ کی غلطیوں پر سزا دینے کے بجائے تعلقات کی بحالی اور مکالمے کے ذریعے اصلاح کرنی چاہیے۔[48]

17. مثالی استاد متعلم کے لیے بمنزلہ باپ

سیرتِ طیبہ اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ استاد اور شاگرد کا تعلق محض رسمی یا ادارہ جاتی نہیں بلکہ روحانی اور تربیتی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ ایک مثالی استاد اپنے شاگرد کے لیے بمنزلہ باپ ہوتا ہے، جیسا کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا» :إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ «یعنی "میں تمہارے لیے اس طرح ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے"۔[49] اس فرمانِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ایک معلم کو شاگردوں کے ساتھ شفقت، محبت اور خیر خواہی کا وہی رویہ اپنانا چاہیے جو ایک باپ اپنی اولاد کے ساتھ اپناتا ہے۔ اگر معلم اپنے طلبہ کو اپنی اولاد کی طرح سمجھے تو تعلیم و تربیت کا عمل محبت، اعتماد اور ایثار پر قائم ہوگا اور اکثر تعلیمی و تربیتی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

جدید تدریسی نظریات بھی اسی اصول کی تائید کرتے ہیں۔ Pastoral Care in Education کے مطابق استاد نہ صرف علم منتقل کرتا ہے بلکہ شاگردوں کی جذباتی، اخلاقی اور سماجی رہنمائی بھی کرتا ہے، بالکل والد کی طرح۔ اسی طرح Attachment Theory (John Bowlby) اس بات پر زور دیتی ہے کہ طلبہ اگر اپنے استاد کے ساتھ اعتماد اور محبت کا رشتہ محسوس کریں تو وہ زیادہ بہتر سیکھتے ہیں، کیونکہ انہیں ایک محفوظ اور حوصلہ افزا

ماحول میسر آتا ہے۔[50] یوں سیرتِ نبوی علیہ الصلوۃ والسلام اور جدید Pedagogy دونوں اس حقیقت پر متفق ہیں کہ استاد کو شاگرد کے لیے باپ کے مشفقانہ کردار کی حیثیت رکھنی چاہیے، تاکہ تعلیم وتربیت کا عمل صرف علم کی منتقلی نہیں بلکہ ایک مثالی شخصیت سازی کا ذریعہ بھی بنے۔

خلاصہ کلام

سیرتِ طیبہ علیہ الصلوۃ والسلام کا مطالعہ اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ ایک کامیاب معلم کے اوصاف محض تدریس تک محدود نہیں بلکہ ہمہ جہت تربیتی اور اخلاقی پہلوؤں پر مشتمل ہیں۔ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی عملی زندگی سے یہ رہنمائی فراہم کی کہ معلم کو اپنے فن میں مہارت کے ساتھ ساتھ فصاحت و بلاغت، تحمل و بردباری اور شفقت و نرمی جیسے اوصاف سے مزین ہونا چاہیے۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے تعلیم ہمیشہ ٹھہر ٹھہر کر، سہل اور واضح انداز میں دی تاکہ ہر سامع اسے سمجھ سکے، اور جب طلبہ میں کسی مشکل یا کمزوری کو دیکھا تو ان کی ذہنی سطح کے مطابق نصیحت فرمائی۔ آقا علیہ الصلوۃ و السلام نے مختلف طریقہ ہائے تدریس اختیار فرمائے، کبھی سوال و جواب کے ذریعے ذہنوں کو بیدار کیا، کبھی مثالوں کے ذریعے مشکل باتوں کو آسان بنایا اور کبھی نقش و خطوط کھینچ کر بات کو بصری طور پر سمجھایا۔ اسی طرح آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ شاگردوں کے ساتھ محبت اور نرمی کا برتاؤ کیا، انہیں ڈانٹ ڈپٹ، مار پیٹ یا تحقیر کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ ان کی کوتاہیوں پر حلم و عفو کے ساتھ اصلاح کی۔ سختی اور درشتی کے جواب میں بھی آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے عطا اور احسان سے کام لیا، خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کو تعلیم و تربیت کا حصہ بنایا اور اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے بدلہ نہ لیا۔ طلبہ کے سوالات خواہ کتنے ہی مشکل یا ناپسندیدہ کیوں نہ ہوں، آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیشہ حکمت اور نرمی کے ساتھ ان کے جوابات دیے اور ان کے دلوں میں علم کی رغبت و شوق پیدا کیا۔ سب سے بڑھ کر آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے خود کو شاگردوں کے لیے بمنزلہ والد قرار دیا، تاکہ معلم و متعلم کا رشتہ محض علم کی ترسیل تک محدود نہ رہے بلکہ شفقت، خیر خواہی اور اخلاقی تربیت پر قائم ہو۔ یہی وہ جامع طرزِ عمل ہے جو جدید تعلیمی نظریات مثلاً Humanistic Education, Constructivist Pedagogy اور Emotional Intelligence میں بھی نمایاں طور پر ملتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرتِ مبارکہ ایک مثالی معلم کی مکمل تصویر پیش کرتی ہے اور عصرِ حاضر کے معلمین کے لیے یہ دائمی رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی تدریس کو محض نصاب کی حد تک محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی شخصیت، کردار اور طرزِ عمل کے ذریعے شاگردوں کی زندگیوں میں محبت، علم اور اخلاق کے چراغ روشن کریں۔

حوالہ جات

[1] القرآن الکریم

[2] سنن ابن ماجہ، حدیث:229

[3] الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمن ابو محمد الدارمی، سنن الدارمی، دار الکتاب العربی، بیروت، ط:1407ھ، باب فی فضل العلم والعالم، حدیث نمبر 349

[4] سورۃ الاحزاب 21:33

[5] ابن سعد، الطبقات الکبری، ج1، ص222

[6] Bloom, B. S. (1956). Taxonomy of Educational Objectives. New York: Longman

[7] صحیح بخاری، حدیث:3568

[8] صحیح بخاری، حدیث:95

[9] Bruner, J. S. (1978). The Role of Dialogue in Language Acquisition. New York: Academic Press

[10] صحیح بخاری، حدیث:7013

[11] Aristotle. (2007). On Rhetoric: A Theory of Civic Discourse. Oxford University Press

[12] سنن ابی داود، حدیث:976

[13] صحیح بخاری، حدیث:1162

[14] صحیح مسلم، حدیث:8

[15] Gardner, H. (1983). Frames of Mind: The Theory of Multiple Intelligences. Basic Books

[16] صحیح بخاری، حدیث:6417

[17] Dale, E. (1969). Audio-Visual Methods in Teaching. New York: Dryden Press

[18] صحیح بخاری، حدیث:2101

[19] صحیح بخاری، حدیث:6847

[20] Kolb, D. A. (1984). Experiential Learning: Experience as the Source of Learning and Development. Prentice Hall

[21] مسند احمد، حدیث:20535

[22] مسند احمد، حدیث:20535

[23] Vygotsky, L. S. (1978). Mind in Society. Harvard University Press

[24] صحیح بخاری، حدیث:6038

[25] صحیح بخاری، حدیث:6008

[26] Rogers, C. (1983). Freedom to Learn. Columbus: Merrill; Maslow, A. H. (1943). A Theory of Human Motivation. Psychological Review, 50(4), 370-396

[27] صحیح مسلم، حدیث:537

[28] صحیح بخاری، حدیث:6128

[29] Skinner, B. F. (1953). Science and Human Behavior. New York: Macmillan

[30] صحیح بخاری، حدیث:3149

[31] Bass, B. M. (1990). From Transactional to Transformational Leadership. Organizational Dynamics, 18(3), 1931; Bandura, A. (1977). Social Learning Theory. Englewood Cliffs, NJ: Prentice Hall

[32] صحیح مسلم، حدیث:2626

[33] Goleman, D. (1995). Emotional Intelligence. New York: Bantam Books; Seligman, M. E. P. (2011). Flourish. Free Press

[34] صحیح بخاری، حدیث:3560؛ صحیح مسلم، حدیث:2327

[35] Zehr, H. (2015). The Little Book of Restorative Justice. Good Books

[36] صحیح مسلم، حدیث:1062

[37] صحیح بخاری، حدیث:3148

[38] Schön, D. (1983). The Reflective Practitioner. Basic Books; Goleman, D. (1995). Emotional Intelligence. Bantam Books

[39] مسند احمد، حدیث:9485

[40] صحیح بخاری، حدیث:6128۔

[41]" مسند احمد، حدیث:22211

[42] Paul, R., & Elder, L. (2006). The Art of Socratic Questioning. Dillon Beach: Foundation for Critical Thinking

[43] صحیح بخاری، حدیث:69؛ صحیح مسلم، حدیث:1734

[44] صحیح مسلم، حدیث:2581؛ صحیح بخاری، حدیث:61

[45] Maslow, A. H. (1943). A Theory of Human Motivation. Psychological Review, 50(4), 370-396; Bruner, J. S. (1961). The Act of Discovery. Harvard Educational Review, 31(1), 21-32

[46] ابن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، ج1، ص457

[47] صحیح بخاری، حدیث:2125

[48] 【Rogers, C. (1983). Freedom to Learn. Columbus: Merrill; Zehr, H. (2015). The Little Book of Restorative Justice. Good Books

[49] سنن ابی داؤد، حدیث:8؛مسند احمد، حدیث:23972

[50] Bowlby, J. (1969). Attachment and Loss. Basic Books; Best, R. (2000). Pastoral Care and Personal-Social Education. Continuum-